خدا تعالیٰ کی صفت توّابیت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ر فروری ۱۹۸۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۵﴾ (الانعام:۵۵)

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۲﴾

(الفرقان:۷۱-۷۲)

پھر فرمایا:

یہ دو آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں سے پہلی سورۂ انعام کی آیت ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ان سے کہہ دے کہ تم پر ہمیشہ سلامتی ہو تمہارے رب نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ تمہارے پر رحمت فرمائے گا اس طرح کہ تم میں سے جو کوئی بھی غفلت میں بدی کر بیٹھے پھر وہ اس

کے بعد توبہ کرلے گا اور اصلاح کرلے گا تو خدا کی صفت یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

دوسری آیات الفرقان سے لی گئی ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سوائے اس کے کہ جس نے توبہ کرلی اور ایمان لایا اور ایمان کے مطابق عمل کئے، پس یہ لوگ ایسے ہوں گے کہ اللہ ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے اور اس کے مطابق عمل کرے تو وہ شخص حقیقی طور پر اللہ کی طرف جھکتا ہے۔

ان دونوں آیات کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے صرف تھوڑا سا فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں تو آنحضرت ﷺ کو یہ فرمایا گیا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں جب تیرے پاس آئیں تو ان پر سلام بھیج اور ان سے وعدہ کر کہ خدا تعالیٰ نے تم پر رحمت کرنا اپنے پر فرض کرلیا ہے بشرطیکہ تم توبہ کرو اور دوسری صورت میں ان لوگوں کے لئے خوشخبری دی گئی ہے جو پہلے توبہ کریں اور پھر ایمان لائیں یعنی ایسے کفار پیش نظر ہیں جن کو یہ وہم پیدا ہو کہ ہم تو اتنے گناہ کر بیٹھے ہیں کہ ہمارے لئے بخشش کی کوئی راہ نہیں ان کے لئے بھی خوشخبری دی گئی کہ اگر تم اپنے سابقہ جرائم سے توبہ کرلو اور پھر ایمان لے آؤ تو تم بھی انہیں لوگوں سے جاملو گے جن کے متعلق یہ خوشخبریاں دی گئی ہیں۔

گزشتہ چند خطبات میں مَیں نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق احباب جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو اختیار کریں تو خصوصاً اس صفت کی رحمت کے وارث بن جائیں گے جس صفت کو وہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں خدا تعالیٰ کے عفو ہونے اور ستّار ہونے کا ذکر پہلے خطبات میں میں کر چکا ہوں اور ان کے نتیجہ میں انسان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مثبت اور منفی ان دونوں کا کسی قدر پہلے خطبات میں ذکر ہو چکا ہے۔

آج کے خطبہ کے لئے میں نے خدا تعالیٰ کی صفتِ توّاب کو چنا ہے۔ عفو اور ستاری کے ساتھ جس طرح مغفرت کا تعلق ہے اسی طرح صفت توّابیت کا بھی تعلق ہے اور دراصل مغفرت اور توّابیت یعنی خدا تعالیٰ کی صفت توبہ قبول کرنا، ان کے درمیان ایک گہرا رشتہ ہے۔ مغفرت زیادہ وسیع ہے لیکن توّابیت مغفرت کی طرف لے کر جاتی ہے۔ ایک وسیلہ ہے مغفرت تک پہنچانے کا۔ اس مضمون پر کسی قدر تفصیل سے جماعت کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ تـوّاب ہے اور یہ وہ صفت ہے جو بندہ کی بھی ہے یعنی بندہ کی بھی ممکن ہے کہ بندہ بھی توّاب ہو جائے۔ ویسے تو خدا تعالیٰ کی ہر صفت کو بندہ کسی نہ کسی رنگ میں اختیار کر سکتا ہے لیکن یہاں جب میں کہتا ہوں کہ بندہ بھی توّاب ہے تو ان دونوں معنوں میں ایک فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جب توّاب کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو بکثرت قبول کرتا ہے اور توبہ کے نتیجہ میں بہت رحم فرماتا ہے۔ جب بندہ کو توّاب کہا جاتا ہے تو مطلب ہے کہ وہ بندہ جو بار بار توبہ کرتا ہے اور تھکتا نہیں توبہ کرنے سے اور مسلسل اُس کی ایک صفت بن جاتی ہے اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے کہ ہر وقت اللہ کے حضور توبہ کرتا رہے ایسے بندہ کو توّاب کہتے ہیں۔ اور توّاب ایک اور معنے میں بھی بندہ بن سکتا ہے کہ وہ لوگوں سے وہی سلوک کرے جو اللہ تعالیٰ توّاب ہو کر اپنے بندوں سے کرتا ہے۔ وہ لوگوں کے لئے جب توّاب بنے گا تو ان معنوں میں وہ خدا کا مظہر ہوگا۔ اس لحاظ سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ تـوّاب کامل تھے انسانوں میں سے۔ یعنی آپؐ نے دونوں رنگ انتہاء تک اپنا لئے، توبہ مسلسل کی اور ایسے گناہوں کی توبہ کی جو کئے ہی نہیں تھے یعنی ایسا عجز ایسی انکساری کہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ خدا کی کسی صفت سے بھی میں محروم رہ جاؤں۔ خدا نے جب یہ روشن فرمایا آپؐ پر کہ میں توّاب ہوں یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول کرتا ہوں تو معصوم ہوتے ہوئے بھی اتنی توبہ کی کہ کبھی کسی اور انسان نے ایسی توبہ نہیں کی۔ یہ اللہ تعالیٰ سے عشق کا مظہر تھی توبہ، گناہ کی مظہر نہیں تھی۔ جاہل لوگ جو دنیا کے کیڑے ہیں جن کو نفسانی حالتوں نے مغلوب کر رکھا ہے وہ آنحضرت ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ کثرت سے توبہ کرنا بتاتا ہے کہ کثرت سے گناہ کئے تھے حالانکہ ان بیوقوفوں کو ان اعلیٰ مدارج کی خبر ہی کوئی نہیں، ان بستیوں سے گزرے ہی نہیں وہ، ان مقامات سے پوری طرح ناواقف ہیں کیونکہ وہاں ان کا قدم نہیں پڑا۔

اللہ تعالیٰ کے کامل عاشق کے طور پر خدا کی ہر صفت سے محبت رکھتے تھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ہر صفت سے حصہ لینے کے لئے آپؐ نے اتنی کوشش کی کہ کبھی کسی انسان کو ایسی کوشش نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے گناہوں سے تعلق نہیں ہے اس توبہ کا بلکہ عشق سے تعلق ہے۔

دوسرے توّاب بنے بندوں کے لئے بھی اور جس طرح خدا اپنے بندوں کیلئے توّاب ہوتا ہے، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے غلاموں کے لئے توّاب ہوئے۔

تو صفت تو بہ ایک بہت ہی اہم صفت ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ایک معصوم بھی خدا تعالیٰ کی صفت توّابیت سے مستغنی نہیں ہے، اس سے بے پروا نہیں ہے تو گناہ گار بندوں کے لئے کس قدر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ توّابیت سے استفادہ کے لئے ہر دم کوشاں رہیں۔

خدا تعالیٰ کی صفت مغفرت اور توّابیت میں ایک فرق ہے کہ مغفرت یکطرفہ بھی چلتی ہے بغیر طلب کے بھی ہوتی ہے، وہ رحمانیت اور صفتِ مالکیت کے زیادہ قریب ہے اور توّابیت کا نسبتاً زیادہ تعلق رحیمیت سے ہے۔ رحیمیت جو بار بار آنے والی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی اس میں بندہ کی مثبت کوششوں کا دخل ہوتا ہے۔ رحمانیت میں بن مانگے دینے والے کا ترجمہ کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ کوئی وجود مانگے یا نہ مانگے یا مانگنے کے لئے پیدا بھی نہ ہوا ہو، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت جب جوش مار کر جلوہ دکھاتی ہے تو کوئی طلب نہیں ہوتی کسی طرف سے۔ رحیمیت، مثبت نیکیوں کے لئے یعنی مثبت اقدار کے لئے نیکیوں کے لئے ان سے بہت بڑھ کر پھل دینے کا نام ہے اور بار بار نیکیوں کا بدلہ دینے کا نام ہے۔ اسی کا دوسرا پہلو ہے توّابیت۔ بندہ کی طرف سے کوئی حرکت ہو تب خدا تعالیٰ کی صفت توّابیت ظاہر ہوتی ہے۔ بندہ کی طرف سے حرکت نہ ہو تو توّابیت حرکت میں نہیں آتی اس لئے دونوں کا ایک لازم وملزوم کا تعلق ہے۔ چنانچہ گناہوں سے بخشش کے لئے اگرچہ اللہ تعالیٰ جس گناہ کو چاہے بخش دے اپنی مغفرت کے نتیجہ میں لیکن جہاں تک ضمانت کا تعلق ہے صفت توّابیت ضمانت دیتی ہے۔ جس طرح اچھے عمل کا پھل دینے کی ضمانت دیتی ہے صفت رحیمیت اسی طرح گناہوں سے بچنے کی اگر کوئی ضمانت ہے اُن کے بداثرات سے بچنے کی کوئی ضمانت ہے تو صفت توّابیت سے تعلق جوڑنے کے نتیجہ میں ملتی ہے، چنانچہ اسی مضمون کو قرآن کریم نے یہاں بھی بیان فرمایا:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

کہ یہ اتفاقی حادثہ نہیں ہوگا پھر کہ تم بخشے جاؤ گے۔ یہ خدا نے اپنے نفس پر فرض کر لیا ہے، لازم قرار دے دیا ہے کہ اگر کوئی بندہ غفلت سے غلطی سے گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے اور آگے آیات سے

واضح ہے کہ اس میں تکرار بھی پائی جائے اور بار بار کی غلطیاں بھی ہوں بار بار توبہ کرے تب بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ چنانچہ بندہ کے توّاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بار بار بھی توبہ کرتا ہے اگر گناہ کی تکرار ہوگی بعض صورتوں میں تو تبھی توبہ کی تکرار ہوگی۔

اس ضمن میں احادیث سے ثابت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفاسیر سے ثابت ہے کہ ایسی صورت میں اس کا انجام اس کی آخری حالت کے مطابق طے ہوگا۔ اگر وہ توبہ کی حالت میں جان دے رہا ہے تو اس کے لئے بھی ضمانت ہے اور چونکہ یہ اختیار بندے کا نہیں ہے میں کب مروں اس لئے جہاں تک بندہ کا تقاضا ہے اسے بہرحال ہر حالت میں یہ کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ میں تائب رہوں کیونکہ موت کا کوئی وقت مقدر نہیں ہے۔ تو اگر ضمانت چاہتے ہیں تو توبہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اس ضمن میں کچھ احادیث نبویہ ﷺ کا میں نے انتخاب کیا ہے جو قرآن کریم کی مختلف آیات کی تفسیر فرماتی ہیں اور مختلف پہلوؤں سے توبہ کے اوپر روشنی ڈالتی ہیں۔

جامع ترمذی کی حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہر انسان خطا کا پتلا ہے لیکن ان خطا کاروں میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ والرقاق والورع)

پھر الترغیب والترھیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی یاد سے ان کے گناہ بھلا دیتا ہے اور اس کے جوارح اور اس کے زمینی آثار سے بھی اس کے نشان مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے گا اور کوئی اس کے گناہوں کا شاہد نہ ہوگا۔ (الترغیب والترھیب کتاب التوبہ والزھد) توّاب میں جو شدت معنوں کی پائی جاتی ہے یہ اس کا مظہر ہے توّاب میں تکرار بھی پائی جاتی ہے اور معنوں کی شدت بھی پائی جاتی ہے کہ بے انتہا توبہ قبول کرنے والا ہے، انسانی تصور بھی نہیں پہنچ سکتا کہ کس حد تک اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ (الترغیب والترھیب کتاب التوبہ والزھد)

پھر الترغیب والترھیب ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے اور توبہ کرتا ہے پس وہ شخص بہت ہی خوش نصیب، خوش بخت ہے جو توبہ کی حالت میں فوت ہو جائے۔ (الترغیب والترھیب کتاب التوبہ

والزھد) پس آخری حالت ہی فیصلہ کرے گی کہ خدا تعالیٰ پر اس کی بخشش تو بہ کے نتیجہ میں فرض ہے کہ نہیں اس لئے نیک انجام کے لئے لوگ دعاؤں کے لئے کہتے دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا انجام بالخیر ہو۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ (ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر التوبہ) جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا یعنی گناہ کے محرکات اسے بدی کی طرف مائل نہیں کر سکتے۔ گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کی تشریح خود آنحضور ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ یہ مطلب نہیں کہ تم توبہ کے ساتھ گناہ پر اصرار کرتے چلے جاؤ اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ فرمایا اگر اللہ تم سے محبت کرتا ہے تو گناہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا یعنی گناہ سے تمہیں نفرت ہو جائے گی، تم پر اثر انداز نہیں ہو سکے گا، اگر اثر انداز ہوگا تو نقصان ضرور پہنچائے گا۔ پس نہ نقصان پہنچانے کا یہ مطلب ہے آنحضور ﷺ کے اپنے الفاظ میں کہ گناہ کے محرکات اسے بدی کی طرف مائل نہیں کر سکتے اور گناہ کے بدنتائج سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھتا ہے یعنی سابقہ گناہوں سے یہ سلوک فرماتا ہے کہ ان کے بدنتائج سے محفوظ کر دیتا ہے اور آئندہ یہ سلوک فرماتا ہے کہ گناہ کی طرف میلان ہٹ جاتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! توبہ کی علامت کیا ہے؟ فرمایا سچی ندامت اور پشیمانی توبہ کی علامت ہیں۔

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح مسلم میں روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عبداللہؓ کی بیماری کے دوران میں ان کی عیادت کو گیا۔ تو انہوں نے دو حدیثیں بیان کیں۔ ایک تو اپنے بارہ میں تھی اور دوسرے رسول کریم ﷺ کے بارہ میں۔ انہوں نے کہا میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ خدا تعالیٰ اپنے مومن بندہ کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی بے آب و گیاہ جنگل میں ہو کسی صحرا میں جہاں نہ پانی ہو اور نہ سبزہ ہو، اس کے پاس اس کی سواری ہو جس پر اس نے اپنے کھانے پینے کا سامان لاد رکھا ہو۔ وہ شخص کسی جگہ ستانے کے لئے لیٹ جائے اور اسے نیند آجائے لیکن جب جاگے تو دیکھے کہ اس کی سواری گم ہوگئی ہے۔ وہ اس کی

تلاش میں مارا مارا پھرے اور آخر پیاس سے نڈھال ہو جائے اور دل میں یہ کہے کہ چلو میں اب اسی جگہ واپس جاتا ہوں اور اسی سائے کے تلے لیٹ کر موت کا انتظار کرتا ہوں چنانچہ وہ اسی جگہ پر چلا جاتا ہے اور اس نیت سے سوتا ہے کہ اب میں کبھی آنکھ نہیں کھولوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے بڑا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے، اپنی ہتھیلی اپنے سر کے نیچے رکھ لیتا ہے اور سو جاتا ہے جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو سواری کو وہیں پاتا ہے جہاں وہ پہلے کھڑی تھی اور اس پر اس کا کھانا بھی موجود ہوتا ہے اور اس کا پانی بھی موجود ہوتا ہے۔ ایک مومن بندہ کی توبہ پر خدا تعالیٰ کو جو خوشی ہوتی ہے وہ اس شخص کی خوشی سے بہت زیادہ ہے جو اس حالت میں اپنی سواری کو دوبارہ پا لیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا)

یہ ہیں توّاب کے معنی یعنی توّاب میں صرف تکرار نہیں بلکہ معنوں کی اتنی شدت ہے کہ کوئی انسان اپنی کیفیت کے مطابق سوچ بھی نہیں سکتا اور امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کو اس خدا کی توابیت سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ آپ نے بھی کئی دفعہ لوگوں کی توبہ قبول کی ہوگی، بچوں کی توبہ ماؤں نے بھی قبول کی ہے، باپوں نے بھی قبول کی ہے، نوکروں کی توبہ قبول کر لیتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کی توبہ قبول کر لیتے ہیں کبھی آپ کو اتنی خوشی ہوئی ہے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہزارواں حصہ بھی اس کا انسان خوشی محسوس نہیں کرتا جتنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کو اپنے بندہ کی توبہ سے خوشی ہوتی ہے۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے الترغیب والترھیب میں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم گناہ پر گناہ کرتے چلے جاؤ یہاں تک کہ تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو بھی اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر سکتا ہے۔ (الترغیب والترھیب کتاب التوبہ والزہد، ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر التوبہ)

یعنی توبہ کے لئے نہ وقت کی قید ہے نہ یہ قید ہے کہ گناہوں کی مقدار کتنی ہے، کوئی حد نہیں ہے اسکی اور توّاب میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے وہ ایسا مبالغہ ہے جو سو فیصدی درست ہے۔ عربی میں جب مبالغہ کہتے ہیں تو صفت مبالغہ مراد ہے یعنی ایک معنوں کی حیرت انگیز شدت۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے معاملہ میں مبالغہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ لامحدود ہیں اس لئے توابیت بھی ایسی لامحدود

صفت ہے کہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ گناہوں کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔اگر زمین سے آسمان تک گناہ پھیلے ہوں کسی کے اور اسے یہ توفیق مل جائے کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلے تو اللہ کا یہ وعدہ اس کے حق میں ضرور پورا ہوگا کہ میں توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں اور ان کو بخش دیتا ہوں۔لیکن توبہ کیا ہے اس کے متعلق آگے میں ذکر کروں گا کہ توبہ یہ نہیں ہے کہ منہ سے توبہ کرلی جائے اور پھر گناہ جان کر کئے جائیں اور ان پر جرأت کی جائے۔توبہ کے لئے ایک قلبی کیفیت ہے جو بالکل انسان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ننانوے قتل کئے۔وہ جو مضمون چل رہا تھا کہ گناہ کتنے ہو جائیں تو بخشے جائیں گے کتنے بڑھ جائیں تو پھر اللہ نہیں بخش سکتا یہ کسی کو وہم پیدا ہو تو اس کے رد کے لئے یہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔یہ اور بھی کئی کتب میں کئی طریقوں سے مروی ہے بہت کثرت سے یہ حدیث مروی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ننانوے قتل کئے پھر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ کیا اس کے لئے توبہ کی کوئی گنجائش باقی ہے؟ چنانچہ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے اس نے پوچھا کہ کیا میرے لئے بھی کوئی توبہ کی گنجائش ہے؟ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں تو راہب نے جواب دیا کہ نہیں تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں۔وہ اپنے رب کی طرح توّاب نہیں تھا نہ بندوں پر توّاب بن سکتا تھا۔تو اس شخص نے جب اس سے یہ سنا کہ اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہی کوئی نہیں تو اس نے سوچا جہاں ننانوے قتل وہاں سوا ایک ہی بات ہے چنانچہ اُسی راہب کو قتل کر دیا اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے سو قتل پورے ہو گئے یعنی ایک درجۂ کمال تک پہنچ گیا گناہ۔یہ دراصل تمثیل ہے اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ننانوے اور سو کے درمیان جو ایک کا فرق ہے وہ ایک چیز کو درجۂ کمال تک پہنچا دیتا ہے تبھی آپ نے کرکٹ میں دیکھا ہوگا کہ ننانوے رنز کے اوپر اگر کوئی آؤٹ ہو جائے تو اس کو زیادہ صدمہ ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ ستّر رنز پر کوئی آؤٹ ہو کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ درجۂ کمال تک پہنچنے لگا تھا رہ گیا۔سو درجۂ کمال کا مظہر ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ لاہور میں مقصود نے انڈیا کے خلاف ۹۹ رنز بنائے اور آؤٹ ہو گیا تو ایک کرکٹ کا ایک عاشق بچہ یہ خبر سن کر ریڈیو پر وہیں مر گیا، Heart فیل ہو گیا اس کا تو

آنحضرت ﷺ اس انسانی فطرت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ ننانوے اس نے کئے تھے یعنی خدا نے اسے گناہ کی جو طاقت دی تھی اور اس کے اندر جو سرشت موجود تھی خدا نے جو طاقت دی ان معنوں میں تو نہیں کہا جاتا مگر جو بھی خدا نے اس کو صفات بخشی تھیں اور اس سے اُن کو غلط طرف مائل کر لیا تھا وہ ابھی درجۂ کمال تک نہیں پہنچا تھا۔ تو یہاں پہنچ کر وہ درجۂ کمال کو پہنچ گیا یعنی پوری طرح اس کا برتن گناہوں سے لبریز ہو گیا۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں تب وہ ایک اور راہب کے پاس گیا اور اس سے اس نے پوچھا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میرے لئے کوئی گنجائش ہے کہ میں توبہ کروں اور اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے؟ تو اس راہب نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی بخشش کی تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر تم توبہ کرو تو وہ تمہیں معاف کر سکتا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا کہ پھر مجھے رستہ بتاؤ کہ میں کیسے توبہ کروں؟ راہب نے جواب دیا کہ جس بستی میں تم رہتے ہو وہ گندے لوگوں کی بستی ہے۔ اگر تم واپس اس بستی میں لوٹ گئے تو تم پھر گناہ کی طرف مائل ہو جاؤ گے۔ میں ایک ایسی بستی کو جانتا ہوں جہاں خدا کے نیک عبادت گزار بندے رہتے ہیں جو دن رات اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر تم اس بستی تک پہنچ جاؤ اور ان کے ساتھ شامل ہو کر اللہ کی یاد میں بقیہ زندگی بسر کرو تو میں تمہیں یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر وہ اپنی بستی کی طرف واپس جانے کی بجائے اس بستی کی طرف چل پڑا۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں لیکن راستے ہی میں وہ مر گیا لیکن اس حالت میں اس نے جان دی کہ چھاتی کے بل گھسٹتا ہوا اس بستی کی طرف حرکت کر رہا تھا جہاں اس کو گناہ بخشنے کی خوشخبری دی گئی تھی۔ اس پر خدا تعالیٰ نے بخشش اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان یہ جھگڑا دیکھا کہ بخشش کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ توبہ کی طرف مائل تھا اور اس طرف جاتے ہوئے مرا ہے اور عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ ابھی کہاں توبہ اس کی! اس نے تو ابھی توبہ کا ارادہ ہی کیا تھا اور ابھی بہت فاصلہ تھا اس کے اور توبہ کے درمیان۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرشتے کو انسانی شکل میں متمثل فرما کر ان کے سامنے بھیجا اور ان کو یہ ارشاد ہوا کہ اس کو ثالث بنا لیا جائے۔ چنانچہ اس انسانی شکل میں متمثل ہونے والے فرشتے نے اس کا فاصلہ ناپا کہ جس بستی سے وہ چلا تھا مرتے وقت اس سے کتنا فاصلہ تھا اور جس بستی کی طرف جا رہا تھا اس سے کتنا فاصلہ تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ گھسٹتے گھسٹتے ایک بالشت (نیک لوگوں کی بستی کی طرف زیادہ) نصف سے آگے بڑھ چکا تھا۔ یہ ایک

طرز بیان ہے بہت ہی پیارا یہ بتانے کے لئے کہ اگر سچی توبہ ہو تو مرتے دم تک انسان گھسٹ گھسٹ کر بھی توبہ سے خدا تک جانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ آخری ایک بالشت تھی جس نے اس کو بچا لیا۔

(صحیح مسلم کتاب التوبہ باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہٗ)

اور ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ جس فرشتے کو ثالث بنایا گیا تھا وہ جب زمین ناپ رہا تھا گناہ والی بستی کی طرف کی ، تو زمین سکڑ جاتی تھی اور چھوٹی ہوتی جاتی تھی اور جب وہ اس طرف کی زمین ناپتا تھا جس طرف اس کے لئے بخشش مقدر تھی تو وہ زمین پھیلتی چلی جاتی تھی اور فاصلہ بڑھتا چلا جاتا تھا۔

تو یہ ہے توّاب خدا جو اپنے بندوں پر اس طرح بار بار رحمت فرماتا ہے اور اس کی بخشش کی کوئی حد نہیں ۔اس کے باوجود اگر انسان گناہوں پر اصرار کرے اور اپنے رب کی طرف توجہ نہ کرے تو بہت ہی بدبختی ہوگی کہ توبہ کی حالت میں جان دینے کی بجائے وہ گناہ کی حالت پر اصرار کرتے ہوئے جان دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام توبہ کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”توبہ اس بات کا نام نہیں کہ صرف منہ سے توبہ کا لفظ کہہ دیا جاوے بلکہ حقیقی توبہ یہ ہے کہ نفس کی قربانی کی جاوے۔ جو شخص توبہ کرتا ہے وہ اپنے نفس پر انقلاب ڈالتا ہے گویا دوسرے لفظوں میں وہ مرجاتا ہے۔ خدا کے لئے جو تغیر عظیم انسان دکھ اٹھا کر کرتا ہے تو اس کی گزشتہ بداعمالیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔جس قدر ناجائز ذرائع معاش کے اس نے اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں ان کو وہ ترک کرتا ہے، عزیز دوستوں اور یاروں سے جدا ہوتا ہے، برادری اور قوم کو اس خدا کے واسطے ترک کرنا پڑتا ہے۔ جب اس کا صدق کمال تک پہنچ جاتا ہے تو وہی ذات پاک تقاضا کرتی ہے کہ اس قدر قربانیاں جو اس نے کی ہیں اس کے اعمال کے لئے کافی کفارہ ثابت ہوں“۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”توبہ کے معنے ہی یہ ہیں کہ گناہ کو ترک کرنا اور خدا تعالیٰ کی طرف

رجوع کرنا، بدی چھوڑ کر نیکی کی طرف قدم آگے بڑھانا۔ توبہ ایک موت چاہتی ہے جس کے بعد انسان زندہ کیا جاتا ہے اور پھر نہیں مرتا۔ توبہ کے بعد انسان ایسا بن جاوے کہ گویا نئی زندگی پا کر دنیا میں آیا ہے۔ نہ اس کی وہ چال ہو، نہ اس کی وہ زبان، نہ ہاتھ، نہ پاؤں سارے کا سارا نیا وجود ہو جو کسی دوسرے کے ماتحت کام کرتا ہوا نظر آ جاوے۔ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ وہ نہیں یہ تو کوئی اور ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یقین جانو کہ توبہ میں بڑے بڑے ثمرات ہیں۔ یہ برکات کا سرچشمہ ہے۔ درحقیقت اولیاء اور صلحاء یہی لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے اور پھر اس پر مضبوط ہو جاتے ہیں۔ وہ گناہ سے دور اور خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ کامل توبہ کرنے والا شخص ہی ولی قطب اور غوث کہلا سکتا ہے۔ اسی حالت میں وہ خدا کا محبوب بنتا ہے اس کے بعد بلائیں جو انسان کے واسطے مقدر ہوتی ہیں ٹل جاتی ہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اسی طرح بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے جس کے معنے رجوع کے ہیں۔ توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے‘‘۔

یہ جو آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی تعریف فرمائی ہے یہ اسکے اوپر مزید روشنی ڈال رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اس سے بود و باش مقرر کر لی ہوئی ہے۔ اس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنے پاکیزگی کو اختیار کرنا‘‘۔

اب دیکھئے! اس حدیث کا تصور دوبارہ لائیں کہ آنحضرت ﷺ نے تمثیلی کلام میں اس توبہ کرنے والے کو ایک وطن سے دوسرے وطن کی طرف جاتے ہوئے دکھایا تھا تو عارف باللہ کے کلام کی

یہ پہچان ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں جس طرح Wave lines ملتی ہیں اس طرح عارف کے دل کی حرکت اور اس کا تموج بھی ایک دوسرے عارف کے دل کی حرکت اور اس کے تموج کے ساتھ ہم آہنگ ہو جایا کرتا ہے۔ تو کتنی پیاری بظاہر وہ کہانی ہے لیکن حقیقت میں ایک تمثیلی کلام ہے جس میں گہرے معرفت کے راز ہیں اسی کی تفسیر ہے یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو کچھ فرما رہے ہیں۔

> ’’اپنا وطن اس نے مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بودو باش مقرر کر لی ہوئی ہے۔ اس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنی پاکیزگی کو اختیار کرنا۔ اب وطن کو چھوڑنا بڑا گراں گزرتا ہے اور ہزاروں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہے تو کس قدر اسے تکلیف ہوتی ہے اور وطن کے چھوڑنے میں تو اس کو سب یار دوست سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے اور سب چیزوں کو مثل چارپائی، فرش و ہمسائے، وہ گلیاں، کوچے، بازار سب چھوڑ چھاڑ کر ایک نئے ملک میں جانا پڑتا ہے یعنی اس (سابقہ) وطن میں پھر کبھی نہیں آتا‘‘۔

یعنی ایسی نیت سے جانا پڑتا ہے کہ ان سب چیزوں کو پھر نہیں دیکھوں گا۔ ان سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلقی ہو رہی ہے اور اسی کا نام موت ہے چنانچہ بار بار اس منظر کو موت کے ذریعہ پیش کرنا بعینہٖ سو فیصدی درست ہے پوری طرح اطلاق پاتا ہے۔ اس صورت حال سے اور کیسا پیارا نقشہ کھینچا ہے گناہوں کی بھی گلیاں ہوتی ہیں گناہوں کے بھی فرش ہوتے ہیں ان کی بھی در و دیوار ہوتے ہیں ان کی بھی دوستیاں اور یاریاں ہوتی ہیں اور ایک گناہ جس سے انسان لذت پاتا رہا ہو بڑی دیر تک اس کے ساتھ ایسی محبت محسوس کرتا ہے جیسے وطن مألوف سے اور اس سے پھر الگ ہونا اور اس کامل یقین اور ارادہ کے ساتھ الگ ہونا کہ اب میں کبھی اس پر دوبارہ نظر نہیں ڈال سکوں گا۔ یہ ہے وہ موت یعنی ترک وطن کی موت جہاں گناہوں کے وطن کو چھوڑ کر انسان نیکیوں کے وطن کی طرف روانہ ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ’’اس کا نام توبہ ہے۔ معصیت کے دوست اور ہوتے ہیں اور تقویٰ کے دوست اور‘‘

ساری کایا پلٹ جاتی ہے انسان کی ۔اس کے تعلقات کے دائرے بدل جاتے ہیں۔

''معصیت کے دوست اور ہوتے ہیں اور تقویٰ کے دوست اور۔ اس تبدیلی کو صوفیا نے موت کہا ہے۔ جو توبہ کرتا ہے اسے بڑا حرج اٹھانا پڑتا ہے اور سچی توبہ کے وقت بڑے بڑے حرج اس کے سامنے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے، وہ جب تک اس کل کا نعم البدل نہ عطا فرماوے نہیں مارتا۔''

یعنی ان قربانیوں کا بدلہ اسی دنیا میں اسے عطا فرماتا ہے۔نہیں مارتا جب تک کہ اس کل کا پورا بدلہ عطا نہ فرمادے۔

''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ میں یہی اشارہ ہے کہ وہ توبہ کرکے غریب بے کس ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے محبت اور پیار کرتا ہے اور اسے نیکوں کی جماعت میں داخل کرتا ہے''۔ (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور نومید مت ہو اور یہ خیال مت کرو کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے، ہماری دعائیں کیا چیز ہیں اور کیا اثر رکھتی ہیں کیونکہ انسانی نفس جو دراصل محبت الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اگر چہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اس میں ایک ایسی قوت توبہ ہے کہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک پانی کو کیسا ہی آگ سے گرم کیا جائے مگر تاہم جب آگ پر اس کو ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا''۔

(براھین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۴)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو۔ اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق وفجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے تب وہ خدا کی سزا سے

کسی طرح بھاگ نہیں سکتا۔ سوا پنے خدا کو جلدی راضی کرلو اور قبل اس کے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے یعنی طاعون کے زور کا دن جس کی نبیوں نے خبر دی ہے، تم خدا سے صلح کرلو۔ وہ نہایت درجہ کریم ہے، ایک دم کی گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ **اے خدائے کریم ورحیم! ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین**''۔ (یہ الفاظ حضور رحمہ اللہ نے تین بار دہرائے)

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۷۴)

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

صفیں بنالیں اور سیدھی صفیں بنائیں اور بیچ میں خلا نہ رہے۔